ہندوستان کے عربی شعراء پر ایک نظر

علامہ اختر علی تلہری

جناب ابومحفوظ الکریم صاحب معصومی استاذ مدرسۂ عالیہ کلکتہ نے مارچ ۱۹۵۰ء کے موقر مجلہ معارف اعظم گڑھ میں عنوان مذکورۂ صدر کے تحت ایک اہم مقالہ سپرد قلم کیا ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اردو رسائل کے لئے یہ عنوان نیا ہے اور غالباً ان میں کوئی مقالہ اس موضوع پر ابھی تک تحریر نہیں کیا گیا ہے حالانکہ یہ عنوان خاصا وسیع الذیل ہے اور اس میں تحقیقات کی کافی گنجائش ہے۔

جناب معصومی صاحب نے اس عنوان پر اظہار خیال کرکے اور خصوصیت سے اس ناسازگار فضا میں جب کہ ان زبانوں کے متعلق کسی قسم کی بات چیت کرنا بہت ہی خشک اور غیر مفید مشغلہ سمجھ لیا گیا ہے ہندوستان کی اقلیت نے ادب اور ثقافت کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان کسی عالم میں رہیں، کسی فضا میں زندگی بسر کریں، عربی زبان اور عربی ادب سے ان کا رابطہ قائم رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس سے ان کے اسلامی کلچر کی آبیاری ہوتی ہے اور انھیں دینی ذوق کی صحت درست رکھنے والی غذا ملتی ہے۔

البتہ اس سلسلہ میں ایک امر ضرور قابل گذارش ہے اور وہ یہ کہ اس مفید مقالے میں مسلمانوں کے ایک اہم طبقے کے عربی شعراء کا تذکرہ یک لخت نظرانداز ہوگیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ جناب معصومی کا مقالہ اجمالی حیثیت رکھتا ہے اس مقالے کے حدود میں اجمال کے باوجود اتنی گنجائش تھی کہ اس طبقے کے بعض ممتاز شعراء کا سرسری ہی سہی ذکر کردیا جاتا۔ اس فروگزاشت کی وجہ سے متعلقہ طبقے میں غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے اور جناب معصومی کے بارے میں خواہ مخواہ تنگ نظری کا الزام عائد ہونے کے لئے ایک گوشہ نکل آتا ہے۔

دو تین سال کا عرصہ ہوا آل انڈیا ریڈیو کے عربی شعبہ سے لکھنؤ اسٹیشن نے ایک تقریر **"ادباء اللغة العربیه فی الھند"** کے موضوع پر عربی زبان میں نشر کی تھی۔ اس تقریر میں ہندوستان کے عربی شعراء کا ذکر کیا گیا تھا اور اس میں کوئی طبقہ نظرانداز نہیں ہوا تھا اور مناسب بھی یہی تھا، کیونکہ ادبی مقالات کسی نوعیت کے ''من وتو'' کے تفرقوں کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

جناب معصومی کے ادبی ذوق کی بلند پائیگی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے ہندوستان کے اس طبقے کے عربی شعراء کو قصداً نظرانداز کیا ہوگا تاہم زیر مضمون میں اس اہم طبقے کے شعراء کا نظرانداز ہونا خواہ کسی وجہ سے ہو جب کہ اس نے کچھ غیر معروف شعراء کے ذکر کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے، ادبی نقطۂ نظر سے قابل تلافی ضرور ہے۔

اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عربی ادب وشعر کے سلسلہ میں اس طبقے کی خدمات بھی کم وقیع نہیں ہیں۔ تیرہویں صدی کے وسط سے اب تک تقریباً سوا سو برس کے عرصہ میں اس

جماعت کے ادیبوں نے اپنی اس مذہبی ادب وشعر کے فروغ میں کافی عرق ریزی کی ہے۔ اس ادبی جدوجہد کے نتیجہ میں اس جماعت کے بعض ادیب اکثار وجودت میں اور بعض جوہر عربیت میں اپنے سابقین پر فوقیت لے گئے ہیں۔

جناب معصومی کے مقالہ کی یہ کمی پوری کرنے کے لئے ان کے مضمون کی تذئیل کی حیثیت سے ہندوستان کے ان چند عربی کے شاعروں کا اجمالی طور سے ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے جن کا تعلق اس اہم جماعت سے ہے اور جن کا ذکر معصومی صاحب نے نہیں فرمایا ہے۔

علامہ مفتی میر محمد عباس صاحب

اس سلسلے میں سب سے پہلا نام مفتی میر عباس صاحب المتوفی ۱۳۰۶ھ کا آتا ہے وہ ایک زبردست فقیہ ومتکلم ہونے کے ساتھ فارسی وعربی کے فقید المثال شاعر تھے۔

ان کا عربی دیوان رطب العرب کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور وہ بھی آزاد بلگرامی کے دیوان سے زیادہ وسیع ہے۔ اس کے علاوہ جناب مرحوم کے کثیر التعداد مستقل منظومے عربی میں ہیں۔ ان میں ایک منظومہ ''اجناس الجناس'' ہے جو کئی ہزار عربی اشعار پر مشتمل ہے۔ اس منظومے میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر شعر میں کسی نہ کسی قسم کی تجنیس موجود ہے۔ جناب مفتی صاحب نے تیرہویں صدی کے درمیان سے موجودہ صدی کی ابتداء تک نصف قرن سے زیادہ زمانہ دوسرے علوم میں اشتغال کے ساتھ ساتھ عربی ادب وشعر کی خدمت میں صرف کیا ہے۔ جناب مرحوم نے نہ صرف خود عربی شاعری کی ہے، بلکہ عربی کے بہت سے ادباء وشعراء کی تربیت بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ شاہ محمد سلیمان پھلواری صاحب اور مولانا محمد عین القضاۃ صاحب لکھنوی نے عربی ادب آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔

مفتی صاحب کا ایک قصیدہ ہے ''بائیہ فنائیہ'' اس میں قبر اور قبر میں دفن ہونے والوں کا عبرت خیز اور اثر انگیز نقشہ شعر کی زبان میں کھینچا گیا ہے۔

اَتَتْنَا مَنَایَا نَا عَلٰی حِیْنِ غَفْلَۃٍ
وَقَدْ طَالَمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ
فَقِیْلَ لَنَا قُوْمُوْا سِرَاعاً وَسَافِرُوْا
فَسِرْنَا وَمَا غَیْرُ الْجَنَائِزِ مَرْکَبُ
فَسَارُوْا بِنَا سَیْراً اِلٰی دَارِ وَحْشَۃٍ
وَظَلْمَاءِ مَا فِیْھَا سِرَاجٌ وَکَوْکَبُ
عَلٰی سَطْحِھَا بَوْلُ الْکِلَابِ وَخَرْؤُھَا
وَفِیْ جَوْفِھَا نَمْلٌ وَ دُوْدٌ وَ عَقْرَبُ
وَکَمْ ذَاتِ خُضْرٍ ضَامِرٍ تَحْتَ صَخْرَۃٍ
لَھَا اَعْیُنٌ سُوْدٌ وَکَفٌ مُخَضَّبُ
وَکَمْ مِنْ طَرِیِّ الْجِسْمِ اَصْبَحَ جِیْفَۃً
وَقَدْ کَانَ فِیْ شَمِّ الرَّیَا حِیْنَ یَرْغَبُ

عربی شعر کی پرکھ کی جنھیں نظر حاصل ہے وہ اشعار مندرجہ بالا سے اس کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ جناب مفتی صاحب کو عربی زبان اور اس کے اسالیبِ بیان پر کس قدر دسترس حاصل تھی اور وہ اپنے خیالات کو شعریت کی زبان میں کتنے سلیس اور مؤثر طریقے سے ادا کرسکتے تھے۔ ایک دوسرے موقع کے اشعار ہیں۔

یَا غَفْلَتِیْ عَنْ مَبْعَثِیْ بِتَغَیُّرِ الْاَحْوَالِ
فَرْداً ذَلِیْلًا حَائِراً، مُتَحَمِّلَ الْاَثْقَالِ
مُتَحَیِّراً یَتَطَائَرُ، لِصَحَائِفِ الْاَعْمَالِ
مُتَوَقِّفًا بِمَوَاقِفَ، فِیْھَا عَظِیْمُ سُوَالِ

مُتَوَحِّشًا مُتَخَوِّفًا، مِنْ شِدَّةِ الْاَهْوَالِ
بِسَلَاسِلَ وَمَقَامِعَ، وَمَوَاضِعِ نَكَالِ
وَجَهَنَّمَ نِيْرَانُهَا، سُوْدٌ كَقِطَعِ لَيَالِ
وَشَدَائِدَ لَيْسَتْ تَقُوْمُ بِهِنَّ شُمُّ جِبَالِ

مفتی صاحب کے یہاں زبان کی روانی وسلاست اور بیان کی عذوبت وحلاوت کا یہ عام انداز ہے۔ اہل زبان نے ان کی اس خصوصیت کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا سید محمد مہدی صاحب ادیبؔ مصطفی آبادی المتوفی ۱۳۱۷ھ

جناب مفتی صاحب کے تلامذہ میں مولانا سید محمد مہدی ادیبؔ فرد فرید تھے جنھوں نے دوسرے تمام علوم سے الگ ہوکر اپنے کو صرف عربی ادب کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ کثرت مشق اور صحت ذوق نے آپ کے کلام میں عربیت کا جوہر خاص طور سے نکھار دیا تھا۔ آپ کا کلام بھی شائع ہوچکا ہے۔ آپ کی نظم ونثر کا ایک مجموعہ ''کواکب دریہ'' ہے جو اب سے کچھ پہلے مشہور مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ کے ادبی نصاب میں بھی داخل تھا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک دیوان عربی بھی ہے۔

آپ اکثر علی سبیل الارتجال (فی البدیہہ) کہتے تھے آپ کی علی سبیل الارتجال کہی ہوئی ایک نظم کے چند شعر بطور نموذج پیش کئے جاتے ہیں۔

هُيَامٌ بِبَعْضِ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَمَاجِدِ
وَاِنِّیْ لمرموض مجر التباعد
اَ لَا اَيُّهَا الدَّهْرُ الْمشت تركتنی
كَلَحْمٍ عَلٰی وَضَمٍ مجد الشدائد
اَنَخْتَ عَلَيْنَا كَلْكَلَ الْبَيْنِ وَالنَّوٰی
فَصِرْتُ كَبَعْضِ الذر تَحْتَ الْجَلَامِدِ
أَ اَكْتُمُ حُبّاً وَالتَّمَلْمُل فاضحی
وَتِلْکَ دُمُوْعُ الْعَيْنِ بَعْضُ الشَّوَاهِدِ
وَلَسْتُ اُبَالِیْ بَعْدَ مَا فُزْتُ مَقْصَدِیْ
فِرَاقَ طَبِيْبِیْ اَوْ قِيَامَ الْعَوَائِدِ
وَكُنْتُ اِذَا ان معته لايَرُدُّنِیْ
وُقُوْعُ الْعَوَالِیْ اَوْ عَضَاضُ الْاَسَاوِدِ

مولانا سید محمد باقر صاحب مرحوم سابق پرنسپل جامعہ سلطانیہ لکھنؤ المتوفی ۱۹۳۸ء

مفتی میر عباس کے بعد سے اس وقت تک ہر طبقہ پر نظر ڈالنے سے یہ واضح طور پر محسوس ہوجاتا ہے کہ عجمیت اور ہندیت سے ہندوستان میں عربی کلام کے پاک کرنے کا کام مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ نے شروع کیا تھا جو برابر ترقی کرتا گیا چنانچہ مولانا محمد مہدی کے بعد جو طبقہ نظر آتا ہے اس میں سے اکثر کے کلام میں خالص عربیت کا لطف بہت زیادہ موجود ہے جیسے مرحوم مولانا سید محمد باقر بن مولانا سید ابوالحسن کشمیری جناب ممدوح کے ایک قصیدے کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان سے اس کا ذیل کے اشعار سے اندازہ ہوگا کہ قادر الکلام شاعر نے ان اشعار کے پیمانوں میں خالص عربیت کی مے کہنہ کس لطف سے بھری ہے۔

حَنَانَيْکَ لَا تَسْئَلْ رُسُوْمَ الْمَنَازِلِ
اَبَتْ صُمُّهَا رَجْعَ الْجَوَابِ لِسَائِلِ
تَضَامَمْنَ حَتّٰی لَا يُجِبْنَ مُتَيَّمًا
وَاِنْ مَاتَ وَجْداً بَيْنَ تِلْکَ الْجَنَادِلِ
وَفَاهِیْ لوردت جواب لِمُذْنِفٍ
بِشَافِيَةٍ مِنْهُ وَجَيْبُ الْبَلَابِلِ

اسی تشبیب کے چند شعر اور سنئے:

زُوَیْدَکَ مَنْ یَسْئَالُ طُلُوْلاً دَوَارِسًا
مَحَاھَا الْبِلٰی یَحْصُلُ عَلٰی غیرطائل

وَلَوْ کَلَّمْتُ یَوْماً رَبْعَۃً تَکَلَّمَتْ
مَنَازِلُ طف یَالَھَا مِنْ مَنَازِلِ

مَنَازِلُ قُدْسٍ طَیَّبَ اللّٰہُ تُرْبَھَا
وَقَدَّسَھَا مِنْ کُلِّ رِجْسٍ وَبَاطِلِ

مُنَاخُ لِوَافِدِ وحص لِخَائِفٍ
مُطَاف لِحُجَّاجٍ وَرِیٌ لِنَاھِلِ

وَرَوْضٌ لِذِیْ لُبِّ وَقَاءٌ لِظَامِیٍ
وَبُرْئٌ لِذِیْ سُقْمٍ وَکَنْزٌ لِعَائِلِ

سَلَامٌ عَلٰی تِلْکَ الرُّبُوْعِ وَاَھْلِھَا
سَلَامٌ حَبِیْبٍ لِلْحَبِیْبِ الْمُوَاصِلِ

رُبُوْعٌ مَتٰی اَذْکُرْ مَقَامِیْ بِاَرْضِھَا
وَعَھْدِیْ بِاَیَّامٍ صَفَیْنَ قَلاَ ئِلِ

تَحَرَّکَ مِنِّیْ مَا اَجَنَّ مَنَ الْاَسٰی
وَدَاءٌ دَفِیْنٌ فِیْ شَغَافِیْ دَاخِلِ

مولانا السید ظہور الحسین البارہوی

المتوفیٰ ۱۳۵۷ھ

استاذ محترم جناب مولانا السید ظہور الحسین طیب اللہ رمسہ سابق ڈائرکٹر مدرسہ عالیہ رامپور منطق وفلسفہ وکلام وفقہ واصول فقہ کے ایک زبردست دقیق النظر جید عالم تھے۔ ان علوم میں اس شغف وکمال کے باوجود ان کا ادبی مقام بھی بہت بلند تھا۔ ان کی عربی نثر ونظم قابل صدرشک تھی۔ ان کا کلام اب سے چالیس برس پہلے جب مصر میں پہنچا ہے تو وہاں کے ادیبوں نے اسے بہت پسند کیا تھا۔ تعلیم کے سلسلے سے جب میرا قیام رامپور میں تھا اور جناب مرحوم سے دیوان حسّان رسائل اور شرح مطالع وغیرہ پڑھتا تھا تو اس زمانے میں جناب مرحوم کی عربی شعر گوئی کی مہارت کا مشاہدہ کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک ہی نشست میں ہم لوگوں کی قائم کی ہوئی عربی کی ادبی انجمن مفتاح الادب کے لئے اچھا خاصا قصیدہ نظم فرما دیا ہے اور ہم لوگوں کی نثر ونظم کے کلام کی اسی نشست میں اصلاح بھی کی ہے۔

جناب مرحوم کے ایک قصیدے سے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں نظم کیا گیا ہے چند شعر نقل کئے جا رہے ہیں:

یَا عَیْنَ ھَلْ ظَعْنُ بِیْضِ النَّجْدِ اَبْکَاکِ
اَمْ ھِجْرُ اَغْیَدَ قَاسِیْ الْقَلْبِ اَدْمَاکِ

نَفْسِیْ مَحَلِّھَا وَمَعَ صَبَا بَتِھَا
حَتّٰی تَفِیْضَ دَماً صَرْداً بِجَوَاکِ

مَنْ لِیْ بِاَحْوٰی اِذَا یَرْنُوْ بِمُقْلَتِہٖ
یُصْمِیْ الْقُلُوْبَ بِطَرْفٍ مِنْہُ فَتَّاکِ

لَحْظٌ لَہٗ فَاقِدٌ یَمْضِیْ کَذِیْ شَطَبٍ
یُرْدِیْ بِہٖ کُلَّ صَبٍّ اَیْ اِھْلَاکِ

اھواہ من اھیف قد زانہ حلل
یَرْتَجُّ فِیْھَا بِعَضْنٍ شِبَۃَ مِسْوَاکِ

مِنْ اَفْرَعٍ تَلْدَغُ الْعُشَّاقَ طُرَّتُہٗ
لَدْغَ الْاُفَاعِیْ وَتَسْبِیْ صَیْدَ اَشْرَاکِ

یَشْکُوْ بحری، القلبِ لا تَنْفَکُّ مُضْرِمَۃً
شَکْوٰی السَّلِیْمِ فَلاَ یُصْغِیْءِ اِلیٰ الشَّاکِیْ

تشبیب کے بعد مدح کی منزل یوں طے کی ہے:

مَنْ لِیْ بَطِیْبَۃَ قَدْ طَابَتْ اُسْرَتُھَا
بِالطَّیِّبِ الْمُصْطَفٰی وَالطَّاھِرِ الزَّاکِیْ

يَا تُرْبَةً قَدْ حَوَتْ عَلَيْهَا شَامِخَةً
مَا اَنْ يَنَالَ ذَرَاهَا فَرْعُ اَفلاَک
طَابَ الثَّرىٰ مِنْکَ لَمْ يَبْلُغْ تارجه
نُوحُ الْعَبِيْرِ وَأيْنَ الْمِسْکُ مِنْ ذَاکِ
فَيْکَ اَنْطَوَتْ مُعْجِزَاتٌ لاَ اِنْتِهَاءَ لَهَا
حَتّٰى اِضْمَحَلَّ هُنَا تَکْذِيْبُ اَفَّاکِ
بَلْ اِنْطَوَتْ فِيْکَ اَسْرَارُ دَقَائِقِهَا
لَيْسَتْ تُحَلِّلُ مِنْ عَقْلٍ وَاِدْرَاکِ
فِيْکَ النَّبِيُّ لَقَدْ جَلَّتْ مَرَاتِبُهُ
ذَلَّتْ لِرُتْبَتِهِ اَعْنَاقُ اَمْلاَکِ

جناب مولانا السید ناصر حسین المتوفی ۱۳۶۱ھ

جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب اعلیٰ اللہ تعالیٰ ایک زبردست مورخ ومحدث ومتکلم ہونے کے ساتھ عربی ادب وشعر کا بہت ہی بلند ذوق رکھتے تھے۔ ان کے منظومات میں خالص عربیت کے لطف کے ساتھ تخیلی شعریت کا نشاط بھی بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ ان کے عربی خطبے بھی ادبیت کے لحاظ سے بے مثل ہوتے تھے۔ جناب مرحوم کے ایک قصیدہ کے چند شعر ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

مَالِیْ اَرَیٰ لَيْلَتِیْ حُفَّتْ بِاَنْوَارِ
کَاَنَّهَا بِضِيَائِهَا ذَاتَ اَقْمَارِ
خُوْدٌ حِصَانٌ مُصَانٌ شَخْصُهَا اَبَداً
وَضَوْءُ غُرَّتِهَا تَبْرِيْقُ اَبْصَارِ
بَانَتْ لَوَامِعُهَا حَتّٰى بِهَا أيتلقت
اَنْجَادُ اَرْضٍ حِمَاهَا بَعْدَ اَغْوَارِ
لاَ يعْرِفُ الْحَیُّ مُمْشَاهَا وَاِنْ جَهِدُوْا
اِلاَّ بِطِيْبِ شَذَاهَا الْفَائِحِ السَّارِیْ
سَمْرَاءُ فِیْ دَعْجٍ هَيْفَاءُ فِیْ غَنَجٍ
فَرْعَاءُ فِیْ اَزَجٍ بَيْضَاءُ مِعْطَارِ
لَمْيَاءُ فِیْ شَنَبٍ کَالرَّاحِ مِنْ عِنَبٍ
تَحْدُ وَعَلٰی طَرَبٍ مِنْ غَيْرِ اِسْکَارِ

قصیدہ مذکور کے اس شعر:

لاَ يَعْرِفُ الْحَیُّ مَمْشَاهَا وَاِنْ جَهِدُوْا

کے بارے میں مصر کے ایک ادیب نے لکھا ہے کہ اگر یہ شعر امراء القیس کے دیوان میں درج کردیا جائے تو اس کے کلام کے ساتھ مل جائے اور امتیاز نہ ہو۔ جناب مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ کے جناب استاذ محترم السید ظہور الحسین صاحب قبلہ سے تعلقات خصوصی تھے۔

ایک علمی وادبی مطارحہ

اسی سلسلہ سے ایک مرتبہ جناب مولانا السید ظہور الحسین صاحب نے جناب ناصر الملۃ کے پاس حقیقت نفس کے متعلق ایک قطعہ بطور ''احجیہ'' (معمے) لکھ کر بھیجا، جناب ناصر الملۃ نے اس کا جواب اسی ردیف وقافیہ میں اور پھر جناب ظہور الملۃ نے اس کا جواب الجواب لکھا ہے۔

زبان ومعنی کے لحاظ سے یہ مطارحہ خاص چیز ہے۔ ان قطعات کے اِدھر سے اُدھر چند شعر ذیل میں بطور نمونہ درج کئے جارہے ہیں۔

جناب مولانا السید ظہور حسین صاحب کے ابتدائی قطعہ کے چند شعر:

يَا مَنْ تَاَلَّقَ فِیْ بُرْجِ الْعُلاَ قَمَراً
تَزْهُوْا شِعَةً فِیْ قُنَّةِ الشَّرَفِ
وَمَنْ تَضَوَّعَ وَرْداً فِیْ رِيَاضِ هُدَیً
يَعْتَادُهَا سُحُبُ الرِّضْوَانِ وَاللُّطْفِ

مَاذَا لِذِیْ میز الْاَشْیَاءِ اَجْمَعِهَا
وَلَمْ یُمَیِّزْهُ شَیْ وَهُوَ غَیْرُ خَفِیِّ
لَوْلَاهُ مَا اَدْرَکَ الْاِنْسَانُ بُغْیَتَهُ
وَلَمْ یُمَیِّزْ سَبِیْکَ التِّبْرِ عَنْ خَزَفِ
لَوْلَاهُ مَا تَمَّ لِلرَّحْمٰنِ حُجَّتُهُ
عَلَی الْبَرِیَّةِ مِنْ بَادٍ وَمُعْتَکِفِ
لَوْلَاهُ اَمْسِی اَخَسُّ الْخَلْقِ الشرفه
وَاَوسِطُ النَّهجِ اَضْحٰی وَاضِحَ الْجَنَفِ
یَبْکِیْ وَلَا عَیْنَ مِنْ تَرَحٍ وَیَضْحَکُ مِنْ
فَرَحٍ وَلَا ثَغْرَ مَنْ یَعْرِفُ بِمُعْتَرِفِ

یہ قطعہ جو بیس شعر کا ہے اوراس میں نفس کی مختلف خصوصیتیں اسی مبہم عنوان سے بیان کی گئی ہیں۔ جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب مرحوم نے اس کے جواب میں پچیس اشعار پر مشتمل قطعہ لکھا، اس کے چند شعر یہ ہیں:

یَا مَنْ تَرَقّٰی قُنَانُ الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ
وَلَمْ یَحُلّ عَنْ طِلَابِ الْمَجْدِ بِالتَّرَفِ
اَنْشَأْتَ اُحْجِیَةً رَاقَتْ مَحَاسِنُهَا
اَضحَتْ مَحَبَّتُهُ لِلنَّفْسِ بِالْکَلَفِ
وَرَّیْتَ سِرّاً اِلٰهِیًّا بَدَا عَجَباً
وَکَانَ مُکَتَّمًا کَالدُّرِّ فِیْ الصَّدَفِ
مُمْنَعًا فِیْ ذُرَی الْعِزِّ الرَّفِیْعِ فَلَاَ
یَحُوْمُ حَوْلَ حِمَاهُ طَائِفُ الْخَطَفِ
تَرُبُّهُ عَطَفَاتُ الْحَقِّ فِیْ غُرَفٍ
لَا یَبْتَغِیْ حَوْلاً عَنْ هٰذِهِ الْغُرَفِ
حَطَائِرُ الْقُدْسِ کَانَتْ مِنْ مَوَاقِعِهِ
یَرُوْحُ فِیْهَا وَیَغْدُوْ وَافِرَ الْعَطَفِ
مَا خَالَ قَطُّ هٰؤُلَآءِ عَنْ مُنَاشِئَةٍ
وَکَانَ فِیْ الْعَیْشِ مَامُوْنًا عَنِ الظَّلَفِ
فَبَیْنَمَا هُوَ فِیْ اُنْسٍ وَفِیْ رَغَدٍ
یَزْهُوْ بِمُنْعَرِجٍ فِیْهِ وَمُنْعَطِفِ
فَصَارَ مُنْخَفِظاً من بعدِ رفعته
یجوب اودیة الاصلاب والنطف
وَبَاتَ مُضْطَرِبًا فِیْ مَارِقٍ بِحِجَجٍ
یَجْتَابُ اَغْشِیَةَ الْاَرْحَامِ فِیْ السَّدَفِ
ثُمَّ انْثَنٰی نَحْوَهَا تِیْکَ الْمَعَاهِدِ لَا
یَرَیٰ لَهُ مَعْزِلاً عَنْهَا لِذِیْ الشَّظَفِ

اس کے جواب الجواب میں جناب استاذ محترم نے انتیس اشعار کا جو قطعہ لکھا اس کے بھی چند شعر ذیل میں درج ہیں:

یَامَنْ تَلَئْلَاءَ شَمْسًا فِیْ سَمَا اَدَبٍ
یُدِیْرُهَا رَبُّ نَوْعِ الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ
وَمَنْ بَدَا لُؤْلُؤًا فِیْ جِیْدِ مَکْرُمَةٍ
قَدْ زَانَهَا فَحَکَتْ عَنْ لُؤْلُوِ الصَّدَفِ



اَوْدَعْتَ شِعْرَکَ سِحْرًا اِذَا کَشَفْتَ بِهِ
مَکْنُوْنَ سِرٍّ تَجَلّٰی غَیْرَ مُنْکَشِفِ
اِنْ صَابَ سَهْمُکَ لَا غَرْوَی وَلَا عَجَبَ
هَلْ سَهْمُ مِثْلِکَ یُخْطِئُ عُرْضَةَ الْهَدَفِ
اَصَرْتَ سَهْمَکَ فِیْ غَلَسِ الدُّجٰی عَرَضًا
یَغْشَاهُ دَاجٍ مِنَ الْاَسْدَافِ وَالْغُلُفِ

مفتی سید محمد علی صاحب ابن مفتی سید محمد عباس صاحب المتوفی ۱۳۶۰ھ

عربی ادب وشعر کے اسی سلسلۃ الذہب کی ایک

نمایاں کڑی جناب مولانا مفتی سید محمد علی صاحب مرحوم ہیں۔ آپ نے ادب وشعر کا ذوق اپنے والد ماجد جناب مفتی میر عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ سے وراثت میں پایا تھا۔عربی شعر کی آپ نے بہت زیادہ خدمت کی ہے سیکڑوں قصائد اور مراثی آپ نے لکھے ہیں اور عربی زبان کے نکات ورموز کے محرم بن کر لکھے ہیں۔

اس مقام پر ان کے ایک منظومے کے چند شعر درج کئے جارہے ہیں جس میں انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مجد وعلا کی منزل تک رسائی مصائب ونوائب کے ہفت خواں طے کئے بغیر نہیں ہوسکتی۔اگر چہ یہ خیال کوئی نیا خیال نہیں ہے تاہم قادر الکلام شاعر کی قدرت بیان نے اس اخلاقی تصور کے نقشہ میں لطیف شاعرانہ اچھوتی تشبیہوں کا رنگ بھر کر منظومہ کو لطیف ندرتوں کا مخزن بنادیا ہے فرماتے ہیں:

وَجهُ الْعُلٰی مُستَبَانٌ غَیرُ مُنقَلِبٍ
لٰکِنَّهٗ حفَّ بِالْاٰلَامِ وَالْکَرَبِ
وَاَلَمْ جَدّ اَنِیسَتَهٗ مَا کَادَ یَخْطَبهَا
اِلَّا الَّذِیْ خَاضَ فِیْ الْاَحْوَالِ وَالنّوَبِ
هُوَالْمُدَامُ وَلٰکِنْ لَنْ تَفُوْزَ بِهَا
مِنْ قَبلِ حَسُوکَ رَاحَ الْوَجْدُ وَالْعَطَبْ
رَدَّ الرَّزَایَا اِذَا مَا الْمَجْدُ تَطْلُبُهٗ
نُقَاطِفُ الْوَرْدَ وَشَوْکَةَ النَّصَبِ
وَلَا اُحِبُّ علا رَاقَتْ مَطَارِفُهَا
قَدْ حَاکَهَا یَدُ اُمٍّ اَوْ بَنَانُ اَبِ
وَاِنَّمَا الْمَجدُ مَجْدٌ اَنْتَ کَاسِبهٗ
بِسَیْفِ جَدّکَ مهر یقادم للعب

اس منظومہ پر نظر کرنے سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عربی شعر ہندوستان میں صرف تغزل وتشبیب یا مدحیہ شاعری میں منحصر نہیں رہا ہے بلکہ اس میں اخلاقیات واجتماعیات وغیرہ کے پہلوؤں پر بھی توجہ کی گئی ہے۔

مفتی سید احمد علی صاحب ابن مفتی میر عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ

آپ مفتی میر عباس صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں بالفعل لکھنؤ کے مشہور مدرسہ مشارع الشرائع (ناظمیہ) کے پرنسپل اور منتظم ہیں۔موجودہ حالات میں مدرسہ آپ ہی کی توجہات سے قائم ہے آپ فقہ اور اصول فقہ میں مشہور ہیں لیکن عربی شعر وادب میں بھی آپ کا ذوق معیاری ہے۔آپ کی ایک نظم کے چند شعر دستیاب ہوسکے ہیں انھیں ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

فَوَدَّعْتُهَا وَالدَّمْعُ یَجْرِیْ صَبَابَةً
رَفَقْتُنَا مَا بَیْنَ بَاکٍ وَسَاکِتٍ
اِلٰی اَنْ تَوَلَّتْ وَالْخَرَائِدُ حَوْلَهَا
وَلَمَّا رَکِبْنَ الْعِیْسَ فَالْعَیْنُ جَارت

مولانا سید نجم الحسن امروہوی المتوفی ۱۳۶۰ھ

مولانا السید نجم الحسن صاحب جناب مفتی میر عباس صاحب کے داماد تھے آپ کے دینی وعلمی فیوض اب تک اقطاع ہند میں جاری وساری ہیں۔ مدرسہ مشارع الشرائع لکھنؤ کے آپ سابق پرنسپل تھے۔ مدرسۂ عالیہ رامپور کے سابق ڈائرکٹر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے بانی علوم دین کے ماہر ہونے کے ساتھ عربی فارسی کے ادب وشعر پر بھی انھیں دسترس حاصل تھی ان کے ایک طولانی قصیدے کے چند شعر ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

بَالَيْلَةً اَزَرَتْ بِشَمْسِ نَهَارِ
فَأَضَائَتِ الْاَقْطَارَ بِالْاَنْوَارِ
هِيَ لَيْلَةٌ لَمَا اَتٰى فِيْ مِثْلِهَا
فِئَةُ الطُّغَاةِ الْفَجَرَةِ الْاَشْرَارِ
نَحْوَ النَّبِيِّ وَاَزْمَعُوْا اَنْ يَقْتُلُوْا
بِقَاضِبٍ اَوْ صَارِمٍ بَتَّارِ
يَثِبُوْا عَلَيْهِ اِذَا يَنَامُ وَيُطْفِئُوْا
نُوْرَالْهُدٰى بِقَوَاصِفِ الْاَعْصَارِ
اَمَرَ الْوَصِيَّ فَنَامَ فَوْقَ فِرَاشِهٖ
مُتَغَطِّياً وَالْجُنْدُ حَوْلَ الدَّارِ
قَدْ بَاتَ لَيَشْرِيْ نَفْسَهٗ ثُمَّ اشْتَرٰى
نِعْمَ الرِّضَا اَكْرَمَ بِهٰذَا الشَّارِيْ
قَدْ بَاتَ كَاللَّيْثِ الْمُلَبَّدِ آمِناً
وَالْقَوْمُ مُحْدِقَةٌ كَذِئْبٍ ضَارِ

خطیب اعظم مولانا السید سبط حسن
فاطر الجائسی المتوفی ۱۳۵۴ھ

جناب مولانا السید سبط حسن مرحوم اپنے عصر کے بہت بڑے خوش بیان ذاکر تھے آپ کی شیوا بیانی کا ہر خاص و عام لوہا مانے ہوئے تھا۔ آپ جناب مولانا نجم الحسن اعلی اللہ مقامہ اور جناب مولانا السید باقر صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ایک جید الاستعداد فاضل ہونے کے ساتھ آپ کا ادبی ذوق قابل صد رشک تھا۔ فارسی، عربی، اردو، تینوں زبانوں کی شاعری میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

جناب مولانا سید باقر صاحب مرحوم کے سانحۂ ارتحال سے متاثر ہوکر آپ نے جو مرثیہ لکھا ہے وہ اپنے اسلوب عربیت اور دلی جذبات کی موثر محاکات کے لحاظ سے بے نظیر ہے اس مرثیہ کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

قِيْلَ اصْبِرُوْا فَالصَّبْرُ فِيْهِ جَمِيْلُ
قُلْنَا وَلٰكِنَّ الْمُصَابَ جَلِيْلُ
قَالُوا لَمْ يَقْرَعْ لِسَمْعِكَ فَضْلَهٗ
قُلْنَا بَلٰى لٰكِنْ لَهٗ تَأْوِيْلُ
قَالُوْا اِلٰى كَمْ تَصْطَلُوْنَ بِنَارِهٖ
قُلْنَا وَلَا يَنْسِى الْخَلِيْلَ خَلِيْلُ
قَالُوْا لَيْسَ لَكُمْ سِوَاهَا قِبْلَةٌ
قُلْنَا اِلَيْكُمْ مَالَهَا تَحْوِيْلُ
قَالُوْا لَا تُرْقَاءُ دُمُوْعُ عُيُوْنِكُمْ
قُلْنَا وَكَيْفَ اِذَ الْخُدُوْد مَسِيْلُ
قَالُوْا اَلَيْسَ لِذِى الرَّزِيْنَ هَوَادَةٌ
قُلْنَا وَمَنْ بَعْدَ الرَّزِيْنِ عَوِيْلُ
قَالُوْا عَرَتْكُمْ رَجْفَةٌ فَتَشَتَّتُوْا
قُلْنَاهُ كَيْفَ اِذَا الْجِبَالُ تُهِيْلُ
قَالُوْا مَا الْاِصْبَاحَ مِنْ لَيْلَاتِكُمْ
قُلْنَا وَتِذْكَارُ اللَّيْلِ طَوِيْلُ
قَالُوا سَلَوْتُمْ قَبْلَهٗ عَنْ فَائِتٍ
قُلْنَا اِذَا مَا نَابَ عَنْهُ بَدِيْلُ
لٰكِنَّهٗ مَيِّتٌ فَقَدْ نَاشَخِصَهٗ
وَنَظِيْرُهٗ فَاسْتَصْعَبَ التَّمْثِيْلُ

یہ پورا مرثیہ آمد کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں آورد کا کہیں سے بھی نشان نہیں ملتا۔ جناب مرحوم کے ایک قصیدے کی تشبیب کا ایک شعر اس وقت مجھے یاد آرہا ہے جس کی حلاوت مجبور کررہی ہے کہ یہاں اسے درج کردیا جائے۔

وَقُرْطَانِ جَوَّالَانِ كَالْقَلْبِ خَافِقاً
كَنَجْمَيْنِ بِالْبُدْرِ التَّمَامِ تَعَلَّقَا

''محبوبہ کے کانوں کے دونوں گوشوارے ایسے حرکت کررہے ہیں جیسے وہ عاشق کا دل ہوں جوحرکت کررہاہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو ستارے ہیں جو چودھویں رات کے چاندمیں آویزاں ہیں۔''

اس شعر کی جس لطیف تشبیہ پر بنیاد ہے اس کی داد نہیں دی جاسکتی۔عربی میں ''خفق'' کا لفظ اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے قلب کے اضطراب کے لئے بھی اور ستارے کی جھلملاہٹ کے لئے بھی (ماخفق نجم وغرب) گوشواروں کو دل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے خافقاً کا لفظ استعمال کیا۔جس سے ذہن فوراً ستارے کی طرف منتقل ہوگیا۔گوشوارے کو ''قلب خافق'' سے تشبیہ دے کر معشوق وعاشق کے باہمی ارتباط کی طرف بھی لطیف اشارہ کردیا۔ادھر گوشوارے کانوں میں ہلتے ہیں اور ادھر عاشق کا دل ڈانواں ڈول ہے، یا بیتابی سے دھڑکنے لگتا ہے یہ پہلی تشبیہ مفرد تھی اب تشبیہ مرکب کے تیور ملاحظہ ہوں ع

كَنَجْمَيْنِ بِالْبُدْرِ التَّمَامِ تَعَلَّقَا

چاندسا چہرہ اور اس میں گوشواروں کی آویزش معلوم ہوتا ہے۔دوستارے ہیں جو ماہ کامل میں آویزاں ہیں۔مکمل تشبیہ کی اس سے خوبصورت مثال اور کیا ہوگی۔

مولانا السید شبیر حسین جونپوری اعلیٰ اللہ مقامہ

مولانا السید شبیر حسین مرحوم سابق مدرس اعلیٰ وثیقہ اسکول فیض آباد بھی اسی ادبی دائرے کے ایک درخشاں فرد تھے، ان کے متعلق ادبائے عصر نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ قدیم وجدید کے درمیان حلقۂ اتصال تھے۔جناب مرحوم کا عربی میں بسیط دیوان موجود ہے۔وہ پرگو بھی تھے اور نغز گو بھی، ان کا ایک ''موشحہ'' عربی ''مجلة الرضوان'' لکھنؤ میں شائع ہوا تھا۔بالکل ''اندیسیہ'' معلوم ہوتا ہے اس کے ابتدائی تین چار دور ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

سَلَبَ الْحُبُّ عَنْ فُؤَادِيْ قَرَارًا
وَعَنِ الْعَيْنِ رَقْدَةً وَغِرَارًا
وَعَنِ الْوَجْهِ نَضْرَةً وَاحْمِرَارًا
وَكَسَاهُ مَسَاءَ ةَ وَاصْفِرَارًا
اِسْتَجَارَ الْجَزیٰ بِهٖ فَاَجَارَا
مَابِهٖ غَيْرُ حُرْقَةٍ وَلَهِيْبٍ
وُدُّ حَبِيْبٍ يَزِيْدُ فَوْقَ حَبِيْبٍ
يَتَشَكّٰى وَمَالَهٗ مِنْ مُجِيْبٍ
غَيْرُ دَمْعٍ عَلَى الدَّوَامِ سَكِيْبٍ
وَزَفِيْرٍ فِيْهِ يُوَجِّجُ نَارًا
بَاتَ يَبْكِيْ مُسَاوِراً نو جرم
مُسْتَهَاماً عَلٰى فُرُشِ هُمُوْمٍ
شَارِباً فِيْ النَّوٰى كُئُوْسَ غُمُوْمٍ
وَالْخَلِيُّوْنَ فِيْ كَرَاهُمْ سُكَارٰى
يَتَلَقَّى الْفُؤَادُ وَجْداً وَحَرًّا
وَتَسِيْلُ الدُّمُوْعُ نَظْماً وَنَثْراً
يَا عَوَاذِلِيْ عَنِ الْمَلَامَةِ صَبْراً
وَارْفُقْنَ وَاَرْفُقْنَ وَنَزْرًا فَنَزْراً

جناب مولانا السید عالم حسین مرحوم

جناب مولانا السید عالم حسین مرحوم جامعۂ سلطانیہ لکھنؤ میں عربی ادب کے مدرس اعلیٰ تھے۔آپ کو عربی ادب وشعر

سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ مسلسل عربی میں قصیدے لکھتے رہے۔ آپ کے اشعار سے آپ کی عربی زبان میں مہارت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ چند شعر ایک قصیدے سے ذیل میں نقل کئے جارہے ہیں۔

اَنَخْتِ بِبَابِ الْغَوَافِيْ الْمَطِيَ
اَيَا نَفْسُ قَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًا
فَمَالَكِ وَالْعِشْقُ بِالْغَانِيَاتِ
كَاَنَّكِ صَاحَبْتِ مِزْء اً غَوَيًّا
اِذْ اَنَّكِ شَاهَدْتِ اَهْلَ الْهَوٰى
بِبَابِ الدى سُجَداً وَبُكِيًّا
اَوْ اَنَّكَ عَائَيْتِ ضَلِيْلَهَمْ
يَطُوْفُ بِهٖ بُكْرَةً وَعَشِيًّا
فَطَوْراً تَقُوْلُ اَفَاطِمُ مَهْلًا
وَطَوْراً تَقُوْلُ اُهْجُرِيْنَ مَلِيًّا

اس حقیقت کا اظہار یہاں شاید بے محل نہ ہو کہ لکھنؤ کے علمی اداروں سے وابستہ بیشتر نمایاں شیعہ، علماء عربی ادب وشعر کا نہایت صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ اس زمانے میں علماء کے دامنِ کمال کے لئے یہ ایک داغ سمجھا جاتا تھا کہ وہ عربی میں نظم ونثر لکھ سکنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی نگرانی میں عربی شعر وشاعری کے برابر اجتماع ہوتے تھے ان میں ان اربابِ فضل وکمال کا کلام پڑھا جاتا تھا اور ان کے خرمنِ علم سے خوشہ چینی کرنے والے دوسرے مستعد طلبہ بھی اپنا کلام سناتے تھے۔ اس سے عربی نظم کے ذوق میں خاصی ترقی ہوتی تھی۔ لکھنؤ کے قیام کے زمانے میں مجھے خود ان محافل ادب میں شرکت کا اکثر اتفاق ہوا ہے اور شعر عرب کے روشن جواہر سے ذوق نے ضیاء حاصل کی ہے۔

مدرسۃ مشارع الشرائع (ناظمیہ) کے چشمہ سے فیضیاب ہونے والے دو جلیل القدر مرحوم ادیبوں کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ان میں سے ایک تو ہیں مولانا السید محمد ہارون صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ آپ کی عربی اور اردو میں علمی تصنیفات موجود ہیں۔ آپ کا پایہ عربی نظم ونثر میں بلند تھا۔ لیکن آپ کا کلام بالفعل دستیاب نہ ہوسکا، دوسری گرامی قدر ہستی ہے جناب مولانا السید محمد خلف مولانا السید نجم الحسن صاحب مرحوم کی۔ آپ کا انتقال ۲۲ر برس کے سن میں ۱۹۲۷ء میں ہوا ہے چونکہ آپ مفتی میر عباس صاحب کے نواسے تھے اس لئے اس مناسبت سے آپ کے چند اشعار تاریخ عباس مؤلفہ جناب عزیز لکھنوی مرحوم میں درج کئے گئے ہیں۔

انھیں میں سے تین شعر نقل کئے جارہے ہیں۔

اَبِیْ سَیِّدِیْ نَجْمُ الْحَسَنِ خَيْرُ سَيِّدِ
بِهٖ يَقْتَدِیْ الْاَنْوَارُ وَالنَّجْمُ يَهْتَدِیْ
وَجَدِّیْ مَنْ كَانَ السُّمُوُّ سَمِيْرَهٗ
يَسَائِرُهٗ اَنّٰی يَرُوْحُ وَيَغْتَدِیْ
مُحَمَّدُنِ الْعَبَّاسُ قَدْ كَانَ اِسْمُهٗ
وَيُدْعىٰ بِمُفْتِیِ الشَّرْعِ شَرْعِ مُحَمَّدِ

مولانا سید محمد صاحب مرحوم کے ایک چھوٹے بھائی تھے جناب مولانا سید محمد کاظم صاحب آپ کا بھی عین عالم شباب میں انتقال ہوا ہے۔ آپ کو بھی عربی شعر وادب کا خاصا ذوق تھا۔ آپ کے قصیدے کا ایک مشہور مطلع ہے۔

اَرَاکَ تُخْفِیْ هَوٰی سَلْمٰی وَتَصْطَبِرُ
وَالدَّمْعُ يَظْهَرُ صَافِیَ الْقَلْبِ مُسْتَقِرُ

ان بزرگواروں کے علاوہ زنگی پور، پارہ، نونہرہ (ضلع غازی پور) بھیک پور (چھپرا) پٹنہ اور امروہے وغیرہ میں ایسے

اکثر علماء تھے جنھیں عربی نظم کا بہت اچھا سلیقہ تھا۔ مثلاً مولوی سید نظیر حسین صاحب مرحوم بھیک پوری، مولوی سید مظہر علی مرحوم ''اردو کے مشہور شاعر جمیل مظہری کے جدامجد'' مولانا سید محمد یوسف مرحوم زنگی پوری، مولانا سید اصغر حسین مرحوم، مولانا شیخ فدا حسین بسوانی مرحوم۔ ان میں سے بعض حضرات کا کلام طبع بھی ہو چکا ہے مگر اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس لئے اقتباس پیش کرنے سے معذوری ہے۔

موجودہ قحط الرجال کے زمانہ میں بھی لکھنؤ بلند پایہ شیعہ ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں ہے، چنانچہ سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ استاذ شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی اور ڈاکٹر سید جعفر حسین صاحب ایم۔اے۔، ایل۔ایل۔بی۔، ڈی لٹ لکچرار کریشچین کالج دو ایسے ممتاز ادیب موجود ہیں جن کا کلام کسی طرح عرب شعراء کے کلام سے الگ محسوس نہیں کیا جا سکتا۔

جناب ڈاکٹر سید جعفر حسین نے استاذ مرحوم کے انتقال پر جو مرثیہ لکھا ہے، اس کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ان سے اس امر کا اندازہ ہوگا کہ ہمارے اس گوشہ نشین غیر شہرت پسند ادیب متبحر کی عربی شاعری کا پایہ دوسرے علوم وفنون میں کمال کے ساتھ کس قدر عالی ہے۔

نَوَائِبُ الدَّهْرِ قَدْ جَاشَتْ اُوَازِيُهَا
يَالَيْتَهَا انْصَرَفَ عَمَّنْ يُقَاسِيُهَا
وَهَلْ بَدِيْعٌ مِنَ الْاَيَّامِ مَا فَعَلَتْ
وَبِالْفُوَادِحِ قِدماً سَالَ وَادِيُهَا
فَرُبَّ رَاتِعَةٍ فِيْ رَوْضِهَا عَبَثَتْ
بِهَا الذِّيَابُ اِذَا مَا غَابَ رَاعِيُهَا
اَنَّ الْكَوَاكِبَ لَا تَنفَكُّ سَاهِرَةً
تُمْسِيْ عَلٰى حَذَرٍ مِنْهَا دُرَارِيُهَا
اِنَّ الْمَنِيَّةَ لَا تُبْقِيْ عَلٰى اَحَدٍ
يَبْرِيْ السِّهَامَ لِكُلِّ الْخَلْقِ رَامِيُهَا

نوائب دہر کی دست درازیوں کی مختلف پر اثر عنوانوں سے تصویر کھینچنے کے بعد قادرالکلام شاعر نے یوں اصل مطلب کی طرف رجوع کیا ہے۔

لٰكِنَّ مَوْتَ فَقِيْهٍ عَالِمٍ عَلَمٍ
اَشَدُّ وَقْعًا عَلَيْنَا فِيْ دَوَاً هِيْهَاً
بِمَا التَّعَلُّلُ فِيْ الدُّنْيَا لِسَاكِنِهَا
اِذَا خلاَ مِنْ رَئِيْسِ الْقَوْمِ نَادِيُهَا
حَلِيْفُ مَجْدٍ نَقِيُّ الْعِرْضَ مُجْتَهِدٌ
حِلْسُ التُّقٰى ذُوْ الْمَعَالِيْ الْبِيْضِ حالِيها
يَا نَاعِيًا مَنْ نَمَا فِيْ حِجْرِ مَكْرُمَةٍ
اَاَنْتَ تَنْعَاهُ لِيْ دَامَ اَنْتَ نَاعِيُهَا
مَازَالَ صَاحِبَ اَخْلَاقٍ مُعَطَّرَةٍ
كَمَا تُصَاحِبُ الْفَاظاً مَعَانِيُهَا

جزیل الفاظ اور ٹکسالی محاورات میں ڈوبا ہوا جناب ڈاکٹر صاحب کا اسلوب بیان ان کے عرائس سخن کو خالص عربی شعراء کے نبات افکار کے پہلو میں جگہ دے دیتا ہے۔

ان کی عربی شاعری کا یہ عمومی رنگ ہے ان کی پاکیزہ تخئیل خالص عربی الفاظ ومحاورات کے دلپسند سانچوں میں حسن سے ڈھلتی چلی جاتی ہے ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

مقدم الذکر جناب مولانا السید علی نقی صاحب نے اپنی عربی شاعری میں ''ادب عصری'' کی خصوصیتیں بھی خوبی سے

سموئی ہیں۔ آپ کا کلام مصر کے مجلّات میں ممتاز عنوان سے شائع ہورہا ہے۔ آپ کی ایک نظم ہے ''سخن وقلم التاریخ'' اس کی تخییل کا خط پورے طور سے عصری ہے۔ اس نظم میں شاعر نے ان چیزوں کا ذکر جو تاریخ کے ممتاز عنوانات بتائے گئے ہیں۔ ایسے لہجہ میں کیا ہے جس سے ان کا کھوکھلا پن بڑے لطف سے نمایاں ہوجاتا ہے۔ عذوبتِ اسلوب اور سلاست بیان سبحان اللہ۔

فِیْ عَصْرِ التَّسَابُقِ لِلْعُلیٰ
مَاذَا یَخطّ عَلٰی اُسسِنَا تَارِیْخ
نَوْمٌ عَمِیْقٌ وَالنَّشَاءُ دَائِمٌ
وَعَلَی الْمَذَلَّةِ وَالْهَوَانِ رُضُوْخ
وَتَخَاذُلٌ وَتَدَابُرٌ وَتَقَاطُعٌ
وَبِغَیْرِ فَخْرٍ فِیْ الْاُنُوْفِ شُمُوْخ
قَوْلٌ بِلاَ عَمَلٍ وَدُعْوٰی کُلُّهَا
جَوْفَاء لٰکِنْ شَنُّهَا مَنْفُوْخ
نَتَعَهَّدُ التِّذْکَارَ عَنْ عَیْشٍ مَضٰی
وَقَدِیْمِ عَهْدٍ شَرْعُهٗ مَنْسُوْخ
فدعا واک العهد طَبَقًا سَارِیًا
اَضْحٰی وَجُنْحُ ظَلَامِهٖ مَسْلُوْخ

آپ کا ایک لطیف قطعہ ہے جس کا عنوان ہے ''تاثرات الجمال''

مَالِلاَ دَانِسِ قَدْ بَرَزْنَ سَوَافِرًا
بِشَوَارِعَ مِنْ جَمْعِهَا تَکْتَظُّ
اَصْبَحْنَ یَنْشُرْنَ الْجَمَالَ سَمَاحَةً
فَحُسْنُهُنَّ لِکُلِّ طَرْفٍ حَظٌّ

یہ قطعہ مصر کے ''مجلہ الجامعہ'' میں شائع ہوا ہے۔ فاضل مدیر کے اس نوٹ کے ساتھ

انه لیسبک بایداعه فی قافیة
صعبة دوزن اصعب مع الامعان
فی الترصیف وتخیر الالفاظ ذات الجرس الحلو۔

اس قطعہ میں سخت قافیہ اور اس سے سخت تر وزن کی پابندی کے ساتھ نظم کے استحکام اور شریں ترنم کے مالک الفاظ کے انتخاب میں اہتمام ملحوظ رکھتے ہوئے جو ندرت آفرینی کی گئی ہے وہ پڑھنے والے کو مسحور بنائے بغیر نہیں رہ سکتی۔

کوئٹہ کے زلزلہ کے بارے میں بھی آپ نے کئی قطعے لکھے، جو کافی عبرت انگیز واثر خیز ہیں۔

بِ (کُوْطَةَ) وَالْاَنَامُ بِهَانِیَامٌ
وَعَیْشُ النَّائِمِیْنَ بِهَا رَخَاءُ
تَزَلْزَلَتِ الْبِلَادِ بِسَاکِنِیْهَا
فَهُدِّمَتِ الْمَسَاکِنُ وَالْبَنَاءُ
وَظَلَّ الْهَاجِعُوْنَ بِطِیْبِ نَوْمٍ
عَدَی الْاَیَّامِ لَیْسَ لَهُ انْقَضَاءُ
لَقَدْ عُمِّرَتْ بُطُوْنُ الْاَرْضِ مِنْهُمْ
وَذٰلِکَ ظَهْرُهَا مِنْهُمْ خَلَاءُ

اس کے علاوہ آپ کی فلسطین کے بارے میں جو گراں بہا نظم ہے وہ مصر کے متعدد رسالوں نے نقل کی ہے اور اس پر بسیط نوٹ لکھے ہیں۔

اس مضمون کے خاتمہ پر اور ادیبوں کا ذکر جو ابھی بفضلہٖ تعالیٰ اپنے طول عمر کے باوجود بقید حیات ہیں ضروری محسوس ہوتا ہے۔

ان میں سے ایک تو ہیں خان بہادر مہدی حسن صاحب۔

اس ذات گرامی سے لکھنؤ کی دنیا بالعموم اور ہندوستان کی شیعی دنیا بالخصوص واقف ہے، مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ ادیب ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک مدیر ہیں، ایک سیاست داں ہیں اور ایک خاص رنگ کے سیاست داں جناب ممدوح کو اپنے ابتدائی دور میں عربی شعر وادب سے اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ اور آپ سید محمد مہدی ادیب کے حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی نظم کا یہ انداز تھا

طَالَ الْعَنَا فَهَلْ مِنْ رَاحِمٍ آسٍ
يَشْفِىْ شقامی وَيُطْفِىْ حَرَّ اَنْفَاسِىْ
يُطْفِىْ نَوَائِبَ قَلْبٍ غَالَهٗ شَجَنٌ
مِنْ طُوْلِ عَهْدِ النَّوىٰ عَنْ اَهْلِ اِيْنَاسٍ
فَزِعَائِ مِنْ هِجْرِهَا فار تاجج
فِىْ قَلْبِىْ وَلَاحَ سَنَاهُ عِنْدَ وَسْوَاسِىْ
اَحْسَنْ بِهَا مِنْ رَشَاقِ الْقَدِّ كَاعِبَةً
زَالَتْ بِزَوْرَتِهَا اَحْلَامُ اَكْيَاسٍ
كَرِيْمَةُ الْحَيِّ لَا يُرْجِى زِيَارَتُهَا
مَمْنُوْعَةُ الطَّيْفِ قَدْ حَفَّتْ بِاَحْرَاسٍ

دوسرے ادیب ہیں مولانا السید اشرف حسین عرف نواب جان صاحب سابق مدرس مدرسہ اسلامیہ لکھنؤ تلمیذ جناب مولانا السید ظہور الحسین صاحب اعلی اللہ مقامہ، آپ بھی عربی ادب سے خاص ذوق رکھتے ہیں۔ عربی شعر میں آپ کی مشق بھی خاصی ہے۔ آپ کا انداز سخن یہ ہے۔

غِيْدٌ حِسَانٌ لِلْقُلُوْبِ اَوَانِسُ
بِيْضٌ نَقِيَّاتٌ كَدُمْيَةِ مَرْمَرٍ
كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى حِمٰى تِلْكَ الدُّمٰى
وَذُرَاهُ اَمْنَعُ مِنْ مَعَاقِلِ قَيْصَرٍ
مِنْهُنَّ غَانِيَةٌ اَصَابَكَ سَهْمُهَا
سَهْمٌ مَتٰى يَرِدُ الْحَشَالَا يُصْدَرُ
طَابَتْ شَمَائِلُهَا كَاَزْهَارِ الرُّبٰى
نَفَحَتْ ذَوَائِبُهَا بِمِسْكٍ اَزْفَرٍ

سطور بالا سے ہندوستان کے عربی شاعروں کے ذیل میں لکھنؤ اور اس کے طبقۂ شعراء کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے اور صحیح طور سے اس کا احساس کیا جاسکتا ہے اس طبقہ کی عربی شاعری کی خدمات کا ذکر کئے بغیر ہندوستان کے عربی شعراء کا موضوع بالکل ہی غیر مکمل اور تشنہ رہتا ہے۔

نوٹ۔ مقالہ ہذا میں اس طبقے کے تمام شعراء کا ذکر نہیں کیا جاسکا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جناب مفتی صاحب سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بہت سے علماء وادباء عربی میں داد سخن وری دیتے رہے ہیں اور موجودہ زمانے میں بھی بہت سے باکمال عربی کے شاعر موجود ہیں۔



مولانا سید خلیل عباس صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات

بہار کے معروف عالم دین مولانا الحاج سید خلیل عباس صاحب ابن مولانا سید راحت حسین صاحب بھیکپوری کا موصوف کے وطن میں ایک مختصر سی علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ اور وہیں سوگواروں کے مجمع کے درمیان سپرد خاک ہوئے۔ مولانا نے عمر کا زیادہ حصہ ملک کے باہر گذارا، اور وہاں سرگرم تبلیغ دین رہے۔ مولانا نے یورپ کے کئی ملکوں میں تعلیمی اداروں کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس سانحہ پر نور ہدایت فاؤنڈیشن میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں ان کی شخصیت وفعالیت پر روشنی ڈالی گئی۔ آخر جلسہ میں مولانا مرحوم کی ترویح روح کی خاطر فاتحہ خوانی کی گئی۔